شذرات

۱۲؍جولائی کو شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا اجلاس تھا۔ جناب سید باقر شاہ صاحب ایڈوکیٹ اس میں شرکت کے لئے کراچی سے تشریف لائے تھے۔ گو آپ کی طبیعت کچھ عرصے سے ناساز تھی، لیکن اس کے باوجود آپ اکیڈمی کے اجلاس میں تشریف لائے اور اس کے مشوروں اور فیصلوں میں بڑا نمایاں حصہ لیا۔ بلکہ اجلاس میں جو بھی فیصلہ ہوئے۔ آپ ہی انہیں قلم بند فرماتے رہے۔ یہ ۱۲؍جولائی کا واقعہ ہے۔ ۱۹؍اگست کو یک بارگی کراچی سے خبر آتی ہے کہ جناب سید باقر شاہ صاحب کو دل کا دورہ پڑا۔ وہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اور آپ انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم و مغفور کی اچانک اور بے وقت موت کا جس نے بھی سنا، اسے انتہائی دلی صدمہ ہوا، اور خاص طور سے وہ لوگ جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے سید صاحب سے زندگی میں واسطہ رہا تھا۔ ان کے لئے تو یہ صدمہ بڑا ہی جانکاہ تھا۔ لیکن شاہ ولی اللہ اکیڈمی اور اس کے ہمدردوں کے لئے یہ سانحہ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اکیڈمی جس "وقف سید محمد رحیم" کی بدولت وجود میں آ گئی، اس کے قیام میں سید عبد الرحیم شاہ مرحوم، اور محترمہ بی بی زیب النساء مرحومہ کے بعد سب سے زیادہ

سید باقر شاہ کی کوششوں کا دخل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ "واقفین" حضرات مولانا عبیداللہ سندھی کے واسطے سے حضرت شاہ ولی اللہ کے عقیدت مند تھے۔ اور انہوں نے دین اسلام کی جو حکیمانہ تعبیر فرمائی ہے، اسے وہ مسلمانوں اور تمام انسانیت کے لئے فلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے، لیکن "وقف سید محمد رحیم" کو موجودہ قانونی شکل دینے کا تمام خاکہ سید باقر شاہ مرحوم نے تیار کیا تھا۔ اور وہی اس کارخیر اور صدقہ جاریہ کے سب سے بڑے محرک تھے، اور وقف مذکور کے شرائط بھی انہوں نے مرتب فرمائے تھے۔

۱۹۵۷ء میں محترمہ بی بی زیب النساء صاحبہ کا انتقال ہوا، اس سے پہلے ان کے خاوند جناب سید عبدالرحیم شاہ اپنے رب کو پیارے ہو چکے تھے۔ بعدازاں جب تک کہ چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف مغربی پاکستان شیخ محمد اکرام صاحب کے عملی اقدام کے نتیجے میں حیدرآباد سندھ میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی وجود میں نہیں آگئی، اور اس نے اپنا کام نہیں شروع کر دیا، سید باقر شاہ مرحوم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جن اہل علم سے انہیں یہ توقع ہوتی کہ وہ شاہ ولی اللہ کے علوم اور ان کی حکمت اسلامی کی نشر و اشاعت میں دلچسپی رکھتے ہیں، وہ ان کے پاس جاتے، اور انہیں آمادہ کرتے کہ وہ اس کام کو شروع کریں۔ اور "وقف سید محمد عبدالرحیم" جس بلند مقصد کے لئے قائم ہوا تھا، اس کو پورا کرنے میں ساعی ہوں۔ مرحوم کو حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا عبیداللہ سندھی سے غیر معمولی عقیدت تھی، اور وہ اٹھتے بیٹھتے اور دوست احباب کے حلقوں میں اکثر انہی بزرگوں کا ذکر کرتے رہتے۔ جب فروری ۱۹۶۳ء میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے نظام کار کا تعین ہوا، اور اکیڈمی کے نگراں ڈائریکٹر چنے گئے تو یہ دن جناب سید باقر شاہ مرحوم کے لئے ان کی زندگی کا سب سے مسرت بخش دن تھا۔ اور وہ اتنے خوش تھے کہ گویا انہیں اپنی زندگی کی سب سے بڑی متاع حاصل ہو گئی۔

اس دنیا میں کسی انسان کے لئے دوام نہیں، اور ہر ایک کو ایک نہ ایک دن اپنے رب کے حضور

میں جانا ہے؛ اور جو دن قبر میں لکھا ہے، وہ قبر کے باہر نہیں آسکتا۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، تو جو کام ان کے ہاتھوں سرانجام پاتے ہیں، یا ان کاموں کی تکمیل میں ان مرنے والوں کی کوششوں کا کچھ دخل ہوتا ہے، تو ان کے بعد بھی ان کی اچھی یادیں باقی رہتی ہیں اور اس طرح انہیں دوام بخشتی ہیں۔ آخر اس حیاتِ ناپائیدار کا اس کے سوا اور کیا حاصل ہے کہ ہم مرنے والوں کو اس طرح ان کے نیک اور اپنے کاموں کی وجہ سے بعد میں یاد رکھیں۔

جناب سید باقر شاہ صاحب انہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھے، جو موت کے بعد اپنی اچھی یادیں چھوڑ جاتے ہیں۔

آج سے ۱۹ سال قبل اسی اگست کے مہینے کی بائیس تاریخ کو مولانا عبیداللہ سندھی ہم سے رخصت ہوئے تھے، مولانا سندھی کی عملی سیاست سے قطع نظر کرتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح اپنی ساری زندگی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خانوادہِ علمی کے علوم اور ان کی حکمت کے مطالعہ، ان پر عمیق و پیہم غور و فکر کرنے اور ان کی مسلسل تعلیم و تلقین اور نشر و اشاعت میں صرف کر دی، تو حکمت ولی اللہی کے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس موقع پر ہمارے دل ان کی یاد کے لئے سرتاپا وقف ہو جاتے ہیں اور ہم اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ عہدِ حاضر کے شارحینِ حکمت ولی اللہی میں سب سے بلند مقام انہیں دیں، ان کی تحقیقات کو اپنے مطالعہ کے لئے دلیلِ راہ بنائیں، اور ان سے استفادہ کریں۔ ہر سال ماہ اگست میں مولانا عبیداللہ سندھی کے یوم وفات پر بعض جگہوں میں مولانا مرحوم کی یاد میں تذکاری جلسے ہوتے ہیں، جن میں مولانا کے نیازمند اور عقیدتمند جمع ہوتے ہیں، اور ان کو خراج تحسین ادا کرتے ہیں۔ نیز بعض اخبارات مولانا مرحوم کے متعلق مقالات شائع کرتے ہیں اور اس طرح سال بہ سال حکمت ولی اللہی کے اس عظیم مبلّغ و شارح کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔

مولانا سندھی نے خود اپنے قلم سے نسبتاً بہت کم لکھا، ان کی تمام تر توجہ اکثر پڑھانے ہی کی طرف